حدیث وسنت

محمد زکریا الزکی

علم منقولات فن محدثین کا جائزہ

عقل، سائنس اور جدید علم نفسیات کی روشنی میں

پیش نظر مضمون میں فاضل مقالہ نگار نے بالکل نئے ڈھنگ میں علم اُصولِ حدیث کو عین عقلی تقاضوں کے مطابق درست ثابت کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کا واجب الاتباع ہونا ایک ایمانی حقیقت اور دین اسلام کا اساسی تقاضا ہے، لیکن ایک تاریخی حقیقت کے طور پر کیا آپ ﷺ کے فرامین مقدسہ کو اُمت ِاسلامیہ درست طور پر محفوظ کرنے میں کامیاب رہی ہے یا نہیں؟ اس مضمون میں اسی پہلو کو موضوع بحث بناتے ہوئے ثابت کیا گیا ہے کہ صدیوں کے انسانی ارتقا کے باوجود آج بھی کسی بات کو درست طور پر محفوظ کرنے میں دورِ حاضر کے محققین اور جدید سائنس وعقل کوئی اضافہ کرنے سے قاصر دکھائی دیتی ہے۔ فی زمانہ انکارِ حدیث کے متعدد رجحانات کے پس منظر میں مصنف کی یہ تحلیلی وتجزیاتی کاوش لائق ستائش ہے۔ ح م

'حدیث' سے مراد

حدیث سے مراد نبی اکرم ﷺ سے منقول اقوال، افعال، تقریرات اور تصویبات ہیں۔ چند جدید دانشوروں کے علاوہ تمام اُصولیین کے نزدیک دلیلِ شرعی ہونے کے اعتبار سے حدیث اور سنت کے لفظ باہم مترادف ہیں۔ البتہ جب یہ لفظ ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں تو سنت سے مراد اسوہ حسنہ اور حدیث اس کی روایت ہوتی ہے، گویا شریعت محمد ﷺ کا عمل (قول وفعل وتصویب) ہوا تو حدیث اسی عمل کا بیان۔ کبھی کبھار سنت کا لفظ بدعت یا رائے کے مقابلہ میں بھی بولا جاتا ہے۔ (دیکھئے: الوجیز في أصول الفقه از ڈاکٹر عبدالکریم زیدان: ص ۱۶۱، جبکہ متجددین کے تصورِ حدیث کے لئے دیکھئے: 'میزان' از جاوید احمد غامدی: ص ۱۰ اور 'مبادیٔ تدبر حدیث' از مولانا امین احسن اصلاحی: ص ۲۸)

ہم یہاں اَحادیث کے لئے 'منقولات' کا لفظ استعمال کریں گے تاکہ ہماری گفتگو زیادہ معروضی ہوسکے۔ احادیث کے لئے منقولات کا لفظ اس لئے بھی منتخب کیا گیا ہے کہ ادیانِ عالم

☆ مدرّس جامعہ محمدیہ اہل حدیث، خانپور، ضلع رحیم یار خان

www.KitaboSunnat.com

میں فقط مسلمانوں نے ہی علم منقولات کو فنی اور علمی بنیادوں پر ٹھوس شکل دی ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی منقولات میں اگرچہ قرآنِ مجید بھی شامل ہے، لیکن ہماری گفتگو فقط احادیث تک محدود ہوگی کیونکہ قرآنِ مجید عام طور پر محل اختلاف نہیں۔①

علم منقولات /حدیث کے معتبر ہونے کا عقلی جائزہ (اہل عقل و منطق کے ہاں)

اس حیثیت سے کہ منقولات کی نسبت ہدایتِ الٰہی کی طرف کی جاتی ہے، اس میں کسی داخلی غلطی اور عیب کا ہونا ناممکن ہے اور یہ علم دنیاوی اور اُخروی کامیابی کا سب سے اعلیٰ علم ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ منقولات ہم تک معتبر ذرائع سے پہنچیں۔

منقولات کی قابلِ اعتبار ہونے کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں:

① متواترات اور ② اخبارِ احاد

متواترات میں قول کی نسبت قائل کی طرف یقین کے درجے پر ہوتی ہے، چنانچہ اس پر اہل عقل اور روایت پسندوں کا اتفاق ہے۔ البتہ چند عقلا کا اس چیز میں ضرور اختلاف ہے کہ یہ یقین علم ضروری ہے یا نظری؟ جمہور عقلا کے نزدیک یہ علم یقینی ضروری ہے جب کہ بعض اسے نظری کہتے ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: 'برہان' کے مباحث، تفہیم المنطق از ڈاکٹر عبداللہ عباسی ندوی، تسہیل المنطق، عربی از عبدالکریم بن مراد اثری، نیز دیگر منطق واُصولِ فقہ کی کتب)

- تواتر کی کئی اقسام ہیں: تواتر الطبقة جیسے قرآنِ کریم
  تواترِ لفظی جیسے «من كذب عليَّ متعمداً...... الخ»
  تواترِ معنوی یا تواتر القدر المشترك جیسے پانچ نمازیں، صلوٰۃ العید، قیامِ رمضان
  تواترِ عملی (تعامل) جیسے پانچ نمازوں کی رکعات اور نصابِ زکوٰۃ وغیرہ
- تواتر اپنی تمام صورتوں میں علم یقینی ضروری کا فائدہ دیتا ہے، لیکن قدرِ مشترک کا تواتر کبھی کبھار علم یقینی نظری کا فائدہ بھی دیتا ہے۔ اخبارِ آحاد میں قول کی نسبت قائل کی طرف کبھی یقین کے قریب قریب ہوتی ہے اور کبھی ظنِ غالب میں، کبھی تردّد میں اور کبھی شک میں۔

① لفظاً اور معنیً دونوں پہلوؤں سے وحی الٰہی ہے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ خبر صحیح 'یقین' کا، خبر حسن 'ظن غالب' کا اور خبر ضعیف 'تردّد یا شک' کا فائدہ دیتی ہے۔

◉ ان اُمور میں کوئی اختلاف نہیں، اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ

خبر واحد عمل کو واجب قرار دیتی ہے...... یا نہیں؟

✳ اکثر عقلا بشمول معتزلہ وغیرہ کے نزدیک عقلی طور پر خبرِ واحد عمل کو جائز قرار دیتی ہے، واجب نہیں یعنی خبر واحد سے حاصل شدہ معلومات پر عمل کرنا جمہور عقلا کے نزدیک ناجائز نہیں بلکہ جائز ہے، البتہ وہ اس کو واجب نہیں مانتے۔

✳ جبکہ جملہ اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک از روئے سماع خبر واحد عمل کو واجب قرار دیتی ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: الاحکام از امام آمدی ج۴، أبحاث المتواتر والخبر الواحد

المحصول؛ امام رازی ج۳ رص۹۰۴؛ ارشاد الفحول از امام شوکانی ج۱ رص۱۶۷ و دیگر کتبِ اُصولِ فقہ)

✳ بعض نئے دانشور احادیث کے ذریعے دین میں کوئی مستقل بالذات اضافہ کو سرے سے جائز نہیں سمجھتے، البتہ اگر احادیث قرآن کی شرح کے طور پر سمجھ میں آئیں تو پھر ان پر عمل ہوسکتا ہے۔ ان کا یہ نظریہ جمہور عقلا اور سماع دونوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ جمہور عقلا نے خبر واحد سے تعبد (مستقل بالذات و براہِ راست) کو کبھی بھی ناجائز قرار نہیں دیا، البتہ اس کا وجوب عقلا کے نزدیک محلِ اختلاف رہا ہے۔ اور اسی طرح جملہ اہل سنت ہمیشہ خبر واحد سے دین میں مستقل بالذات اضافہ کے وجوب کے بھی قائل رہے ہیں۔ (جدید دانشوروں کے مطالعہ کے لئے: دیکھئے: میزان از جاوید احمد غامدی: ص۱۰ نیز اُن کے حدیث وسنت سے متعلق آڈیو، وڈیو لیکچرز)

✳ محدثین عام طور پر ہر ضعیف اور موضوع حدیث سے اظہارِ براءت① کرتے ہیں اور صرف صحیح یا حسن حدیث کو ہی واجبِ قبول قرار دیتے ہیں۔

تصحیح وتضعیفِ حدیث: ایک سائنس

◉ محدثین نے علم منقولات کی جانچ پرکھ کے لئے ایسے اُصول مقرر کئے ہیں جو ایک سائنس کا درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ سائنس ایسے معروضی کلیات بتاتی ہے جو تجربہ کے وقت برابر طور پر ایک جیسا نتیجہ ظاہر کرتے ہیں، چاہے تجربہ کرنے والا کوئی ہو اور چاہے جس زمان اور

① یعنی ثبوت شریعت کے لیے کافی نہیں سمجھتے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

مکان میں تجربہ کیا جائے اور چاہے جس ایجابی یا منفی جذبے کے ساتھ کیا جائے۔

(سائنس، فلسفہ اور مذہب کے اُصولی فرق کے لئے دیکھئے: مقدمہ کتاب 'فلسفہ جدید اور اس کے دبستان' از ڈاکٹر سی اے قادر و دیگر)

◉ منقولات کی جانچ پرکھ کا علم (اُصولِ حدیث) اس حیثیت سے ایک سائنس ہے کہ یہ سائنس کی طرح اپنے موضوع پر ایک کامل، منضبط، جامع مانع اور منظّم علم ہے جو ہمیں ایسے کلیات (فارمولے) بتلاتا ہے جن کے ذریعے ہم منقولات کی علمی یا سندی حیثیت متعین کرسکتے ہیں۔

اُصولِ حدیث کامل ومنضبط، جامع مانع اور منظّم علم اس طرح ہے کہ اس کے مشمولہ تمام قواعد میں مزید اضافہ انتہائی مشکل ہے۔ مثلاً راوی کے ضعف کے اسباب، روایت کے ضعف کے اسباب، روایت کی تقویت کے اسباب، اَخذ وتحمل کی شرائط، ضعیف احادیث کی اقسام اور صحیح احادیث کے درجات وغیرہ۔

◉ اُصولِ حدیث ایسے کلیات پر مشتمل ہے جو منقولات کی عقلی حیثیت متعین کرتے ہیں۔ کلیات سے مراد ایسے جامع مانع عقلی قوانین جن کی روشنی میں تحقیق کرنے سے ایک جیسے نتائج اَخذ ہوں۔ ان قوانین کی روشنی میں کوئی بھی شخص تحقیق کرکے علم منقولات کی حیثیت متعین کرنے میں اپنی رائے پیش کرسکتا ہے اور اُصول وقواعد کی روشنی میں دیگر محدثین کے فیصلوں سے اختلاف کرسکتا ہے۔

◉ یاد رہے کہ اُصولِ حدیث منقولات کی عقلی حیثیت متعین کرتا ہے مثلاً حدیث کا متواتر، مشہور، غریب، موضوع، مرسل، منقطع، معضل، موقوف یا مقطوع ہونا وغیرہ۔ یہ سب منقولات کی فنی حیثیت کا اظہار ہے اور ان پر عمل کا حکم ایک عقلی حکم ہے۔ مثلاً موضوع، معضل اور منقطع حدیث پر عمل کرنا عقلاً درست نہیں، کیونکہ یہ ضعیف احادیث کی شاخیں ہیں اور ضعیف حدیث میں خبر کا صدق وثبوت، اس کے کذب/عدم ثبوت سے راجح نہیں ہوتا وغیرہ۔ محدثین مسلم فقیہ ہونے کی حیثیت سے منقولات پر عمل کی شرعی حیثیت بھی متعین کرتے ہیں، لیکن ان کی اُصولِ حدیث کی کتب مجرد عقلیت کا بھی شاہکار ہیں۔

البتہ بعض اوقات، منقولات کی فنی حیثیت متعین ہونے کے بعد ان پر عمل کی عقلی وشرعی

www.KitaboSunnat.com

حیثیت متعین کرنے میں محدثین وفقہا میں اختلاف بھی ہو جاتا ہے جیسے مرسل پر عمل کرنے میں محدثین وفقہا کا اختلاف ہے۔اسی طرح خبر واحد کی قبولیت پر فقہاے احناف و مالکیہ کی چند اضافی شرائط میں محدثین کو اختلاف ہے...... وغیرہ

✳ محدثین کا علم یعنی علم منقولات کی جانچ پرکھ اس لحاظ سے بھی ایک سائنس ہے کہ محدثین جس حدیث کی جو حیثیت متعین کرتے ہیں، اس کو کوئی بھی شخص چیلنج کرسکتا ہے اور فنی اُصول وضوابط کی روشنی میں کوئی بھی چیز غلط یا صحیح ثابت کرسکتا ہے۔اس فن میں محدثین نے کبھی جذبات، تعصّبات اور خوش فہمیوں کا مظاہرہ نہیں کیا حتیٰ کہ صحت کی اعلیٰ ترین کتب صحیح بخاری اور مسلم بھی تفصیلی جرح ونقد کے لئے موضوعِ بحث رہی ہیں،لیکن نقد و جرح نے ہمیشہ انکی اعلیٰ حیثیت کو مزید نکھارا ہے جیسے دار قطنیؒ کی صحیح بخاری پر تنقید اور ابن حجرؒ کے جوابات وغیرہ

✳ اُصولِ حدیث اور اسماء الرجال یعنی اسلامی منقولات کی جانچ پرکھ کا علم، خالص معروضی (Objective) ہے، موضوعی (Subjective) نہیں۔ یعنی کسی حدیث کی جانچ پڑتال میں اُصول وقواعد کے مطابق، اسماء الرجال کی خارجی فنی شہادت کو دیکھا جاتا ہے نہ کہ اپنے نفسی، خیالی، داخلی پسند و ناپسند کو۔ اسی طرح کسی حدیث کی جانچ پڑتال میں ذاتی فہم، اجتہاد، ظن وتخمین اور استنباط واستخراج کو بھی کوئی دخل نہیں۔کوئی بھی شخص اپنے اجتہاد سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار نہیں دے سکتا۔ اسے لازماً کسی حدیث کی تصحیح وتضعیف کے لئے اُصول وقواعد کے مطابق خارجی فنی شہادات اور اسماء الرجال کے دلائل پیش کرنا ہوں گے۔اس حیثیت سے منقولات کی جانچ پرکھ کا علم ایک سائنس ہے کہ یہ سائنس کی طرح معروضی ہے، موضوعی نہیں۔

✳ علم منقولات اس طرح سے سائنسی بنیادوں پر مضبوط ہے کہ عام طور پر اگر ایک راوی حفظ و دیانت میں ضعیف ثابت ہوجائے تو اس سے نقل شدہ تمام سینکڑوں حدیثیں ضعیف قرار پاتی ہیں اور کوئی محدث تعصب یا خوش فہمی کی بنیاد پر اس چیز کا انکار نہیں کرتا۔ عام طور پر ایسا ممکن نہیں کہ ایک ضعیف راوی کی بعض احادیث تو اس کے ضعف کی وجہ سے ضعیف قرار پائیں اور بعض نہ قرار پائیں۔ یہ چیز علم منقولات کے سائنٹفک ہونے کی مضبوط ترین دلیل ہے۔

✳ اِستقراء سے معلوم ہوا کہ عموماً احادیث، محدثین کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہوتی ہیں یا

www.KitaboSunnat.com

بالاتفاق حسن ہوتی ہیں یا بالاتفاق ضعیف ہوتی ہیں یا بالاتفاق مردود ہوتی ہیں۔ البتہ کبھی کبھار بعض معقول وجوہات کی بنا پر حدیث کی حیثیت متعین کرنے میں اختلاف ہوجاتا ہے، لیکن اختلاف میں حیرت انگیز بعد نہیں ہوتا ہے بلکہ نتیجہ باہمی طور پر قریب قریب (Precise) ہوتا ہے مثلاً یہ ممکن نہیں کہ کسی حدیث کو کوئی محدث 'موضوع' قرار دے اور دوسرا محدث اسی حدیث کو اوّل درجہ کی صحیح قرار دے اور یہ چیز بھی اسلامی علم منقولات کے سائنٹفک ہونے کی دلیل ہے۔

✳ اسلامی منقولات میں ضعف دو قسم کا ہوتا ہے:

۱۔ مشخص و متعین ضعف اور ۲۔ غیر مشخص و غیر متعین ضعف

متعین ضعف وہ ہے جس کو معلوم کیا جاسکے اور جس کی نشاندہی کی جاسکے مثلاً اتصال کا نہ ہونا، راوی کا ضبط کمزور ہونا وغیرہ جبکہ اس کے مقابلے میں ایک ضعف وہ ہے جو متعین نہیں بلکہ اس کو فرض کیا جاتا ہے کہ تمام ترصحت کے باوجود ممکن ہے، کسی راوی سے غلطی ہوگئی ہو۔

✳ محدثین کا علم منقولات اس قدر مضبوط عقلی بنیادوں پر قائم ہے کہ کسی بھی صحیح قرار دی گئی حدیث میں کوئی مشخص یا معین ضعف تلاش کرنا ممکن نہیں ہوتا، کیونکہ محدثین انسانی بساط کے مطابق تمام انواعِ ضعف کی تلاش کے بعد حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ ایسی حدیث یقین کے قریب قریب درجہ کا فائدہ دیتی ہے۔

✳ البتہ اس میں نادانستگی یا لاعلمی میں کسی نہ کسی عقلی خطا کا امکان ہوتا ہے، لیکن یہ امکان صحت کے بیسیوں پہلوؤں کے مقابلہ میں قابلِ التفات نہیں ہوتا، یہاں پر خطا صرف ممکن ہوتی ہے، واجب یا راجح نہیں ہوتی۔①

✳ ایسی عقلی خطا کی وجہ سے حدیث کو ردّ کرنا جائز تھا، اگر صحابہ کا یہ طرزِ عمل نہ ہوتا کہ وہ دورِ نبویؐ اور دورِ نبویؐ کے بعد ایک دوسرے سے احادیث سنتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔

(صحابہ کے طرزِ عمل کو تفصیل سے دیکھنے کے لئے: الرسالۃ امام شافعیؒ و دیگر کتب اُصولِ فقہ)

☜ عقلی طور پر بھی مذکورہ وجوہات کی بنا پر حدیث کو ردّ کرنا راجح یا واجب نہیں۔

محدثین کے نزدیک علم منقولات کی جانچ پرکھ کے اُصول

① کیونکہ انسانی زندگی معمولات پر ہی استوار ہوسکتی ہے۔ تخیلات پر نہیں۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

✳ محدثین نے علم منقولات کی جانچ پرکھ کے لئے جو اُصول وضع کئے، ان میں سند و متن دونوں کی جانچ پرکھ شامل ہے۔ چنانچہ محدثین کا اتفاق ہے کہ صحیح الاسناد حدیث اس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک اس کا متن بھی شذوذ وعلل سے پاک نہ ہو۔

سند؛ رواۃ کے اوصاف اور معرفت کا عقلی جائزہ

✳ سند میں محدثین ہر ہر راوی کے اوصاف اور باہمی ملاقات کا جائزہ لیتے تھے، محدثین نے راویوں کے اوصاف اس عقلی انداز میں مقرر کئے کہ ان میں کسی قسم کا اضافہ یا کمی ممکن نہیں۔ مثلاً راوی کا مسلمان ہونا اور ساری زندگی میں ایک دفعہ بھی حدیثِ نبویؐ میں جھوٹ ثابت نہ ہونا اور نہ روزمرہ زندگی میں کوئی جھوٹ ثابت ہونا؛ اور نہ ہی وہ کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہو اور نہ وہ صغائر پر اصرار کرتا ہو اور نہ وہ حدیث کے اَخذ وتحمل پر جسمانی اور ذہنی سستی کرتا ہو اور نہ وہ کسی اعتقادی بدعت کا شکار ہو وغیرہ وغیرہ۔ یہ اوصاف وشرائط ایسی ہیں جس پر مزید اضافہ عقلاً ناممکن ہے۔

◉ بعض لوگ کہتے ہیں کہ راویوں کے اوصاف کی پہچان ناممکن ہے، لیکن یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک

✳ مجہول العین، مجہول الحال اور مستور راوی ناقابل قبول ہوتا ہے

✳ ہر راوی کی جرح وتعدیل معاصر اساتذہ اور تلامذہ کرتے ہیں

✳ مسلمان صدیوں سے ثقہ قاضی، ثقہ حاکم، ثقہ شاہد، ثقہ امام، ثقہ عالم، ثقہ داعی کی پہچان غیر ثقہ کی نسبت سے کرتے آئے ہیں۔

◉ اور راوی کی اپنی پہچان کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

✳ بعض وہ جن کی عدالت تواتر سے ثابت ہے

✳ بعض وہ جن کی عدالت مشہور اور مستفیض ہے

✳ بعض وہ جن کی عدالت صرف ایک یا دو ائمہ نقد سے ثابت ہے۔

◉ عموماً اکثر احادیث کی اسناد کا بڑا حصہ 'متواتر العدالۃ' راویوں پر مشتمل ہوتا ہے جیسے کثیر الروایہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین اور ائمہ کرام رحمہم اللہ اور جن رواۃ کی عدالت مشکوک یا قلیل

www.KitaboSunnat.com

الثبوت ہو دوسروں کی متابعت سے ان کی کمزوری دور ہو جاتی ہے۔

(تفصیل کے لئے: تحفۃ الاشراف فی معرفۃ الاطراف از ابن حجر عسقلانی؛ تقریب التہذیب از ابن حجر)

سند؛ رواۃ کا حفظ اور معرفتِ حفظ کا عقلی جائزہ

✳ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رواۃ کے حافظے کو پہچاننا ناممکن ہے لیکن یہ دعویٰ باطل ہے، کیونکہ اہلِ فن کے نزدیک حافظے کی پہچان کبھی مشکل نہیں رہی، شرط یہ ہے کہ حافظے کے لئے کوئی نہ کوئی میزان ہو مثلاً حفاظِ قرآن کے لئے میزان قرآن ہے، اسی طرح سے قرونِ اولیٰ میں رواۃ کے حافظے کی پہچان کے لئے ان سے ائمہ رواۃ کی مروی اَحادیث تھیں۔ چنانچہ محدثین کا اتفاق ہے کہ جو راوی روایت کرتے وقت برتر ثقات راویوں کی مخالفت کرتا ہو، اس کی روایت ناقابل قبول ہے۔ چنانچہ مخالفة الثقات حفظ کی پہچان کا پہلا میزان ہے۔ اور حفظ کی پہچان کا دوسرا میزان راوی کا اعتماد ہے کہ راوی روایت کرتے وقت اوہام، تردّد یا شکوک کا شکار نہ ہو۔

'حفظ' ظن یا یقین کا موجب؛ جدید علم نفسیات (Psychology) کی روشنی میں

✳ ابتدا میں عموماً علم منقولات کا تعلق سراسر حفظ اور یادداشت سے تھا۔ حفظ ایک غیر حسی اور غیر مادّی چیز ہے، لیکن محدثین نے حفظ کی صلاحیت کو ایک مکمل فن بنا دیا۔ چنانچہ مختلف محدثین، ائمہ کرام، رواۃِ حدیث سے یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ وہ حدیث کی یادداشت کے لئے آٹھ باتوں کا اہتمام کرتے تھے:

① سماع کے وقت چستی اور ہوشیاری ② کتابت
③ مقابلہ و اِعادہ ④ مذاکرہ
⑤ تعمد وتحفظ ⑥ باہمی سوال و جواب
⑦ ناقلین پر غور وخوض ⑧ روایت پر تفقہ (معنوی غور وفکر)

اِن آٹھ اُمور کے ساتھ حفظ شدہ چیز تقریباً یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

✳ حفظ کے درج بالا آٹھ اُمور کے بارے میں قرنِ اوّل وقرنِ ثانی میں رواۃِ حدیث

www.KitaboSunnat.com

ونقاد ائمہ حدیث نے آپس میں ایک دوسرے کو بہت تلقین کی ہیں۔ اس دور میں حافظہ سے متعلق، محدثین کی علمی وفکری چھل پہل کو معلوم کرنے کے لئے امام رامہرمزی (۲۶۰ تا ۳۶۰) کی کتاب سب سے زیادہ مفید ہے۔ یہ کتاب اُصولِ حدیث کی قدیم ترین کتاب ہے اور قدیم ائمہ رواۃِ حدیث کے اقوال، براہِ راست ذاتی سند سے پیش کرتی ہے۔

(تفصیل کیلئے: المحدث الفاصل از امام رامہرمزی اور الکفایہ فی اصول الروایہ از خطیب بغدادی)

✳ جدید علم نفسیات (Psychology) کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ حافظے سے تعلق رکھنے والے مسائل کبھی تو یقین کا فائدہ دیتے ہیں، کبھی ظنِ غالب کا، کبھی تردّد کا اور کبھی اوہام کا۔ علم نفسیات کے نزدیک تکرارِ فعل، اوّلیتِ فعل، تأثرِ فعل، تأثر کی شدت، تازگی اور اُصول دلچسپی کی بنیادوں پر حفظ، عین یقین یا تقریباً یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ مثلاً

تکرارِ فعل کی مثال	میں روز صبح اُٹھ کر مسواک کرتا ہوں
اوّلیتِ فعل کی مثال	میری آنکھوں کا دیکھا ہوا برفباری کا پہلا منظر
تاثر فعل اور اسکی شدت کی مثال	یہ بات کہ کل میرے ہمسائے کے گھر میں بجلی گری
فعل کے تازہ ہونے کی مثال	یہ بات کہ ایک منٹ پہلے میں کرسی پر بیٹھا تھا۔

یہ تمام بیانات قرائن کی بنیاد پر اس قدر مضبوط ہیں کہ حفظ کے ساتھ تعلق کے باوجود یقین کا فائدہ دیتے ہیں اور ان کا انکار کرنے والا بے عقل اور احمق کہلائے گا۔

(تفصیل کے لئے: 'نفسیات' از ڈاکٹر سی اے قادر؛ 'نفسیات' کرامت حسین؛
'نفسیات' برائے بی اے از ٹی ایم یوسف ...... مباحثِ حافظہ Memory)

✳ محدثین کرام بھی حفظ کی ان بنیادوں پر اس قدر مضبوط تھے کہ ان کی حفظ شدہ چیز یقین کے قریب قریب علم کا فائدہ دیتی ہے مثلاً محدثین کی روایات کا اکثر حصہ مشاہدہ، عمل، تجربہ، مشق اور تکرارِ فعل سے تعلق رکھتا ہے اور ایسی چیز کبھی نہیں بھولی جاسکتی اور اسی طرح محدثین نے علم حدیث کو ایک شوقیہ تفریح کے طور پر اختیار نہیں کیا بلکہ اس کے لئے زندگیاں وقف کردیں، دن رات کے اکثر اوقات علم الحدیث میں گزارے۔ ایسے فنی ماہرین اپنے فن کی کسی ادنیٰ یا اعلیٰ بات سے غافل نہیں رہ سکتے۔

www.KitaboSunnat.com

'فن جرح وتعدیل' کا عقلی جائزہ

جرح وتعدیل اور رجال کا علم مضبوط بنیادوں پر قائم ہے جس کی ایک ٹھوس نشانی یہ ہے کہ صحاحِ ستہ کے اکثر رواۃ کی ائمہ نقد کے اتفاق کے ساتھ حیثیت متعین ہوتی ہے۔ چنانچہ صحاحِ ستہ کے اکثر راوی خواہ ثقہ ہیں یا ضعیف، ائمہ جرح وتعدیل کے اتفاق کے ساتھ ہیں جیسا کہ اسماء الرجال کی فنی کتب کے استقراء سے ثابت ہے۔

بعض لوگوں کے نزدیک فن جرح وتعدیل ایک انتہائی کمزور اور ناقابل اعتبار علم ہے۔ وہ جرح وتعدیل کے ذریعے ہونے والے تمام اسماء الرجال کو شکوک واوہام کا مجموعہ سمجھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہونے والی منقولات کی جانچ پرکھ کو بھی قابل اعتنا نہیں جانتے۔[1] ایسے لوگوں کا رویہ مضبوط علمی بنیادوں پر قائم نہیں۔

جرح وتعدیل پر اعتراضات

بعض لوگوں کے نزدیک راویوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ یہ راوی مختلف علاقوں اور مختلف زمانوں میں پھیلے ہوئے تھے، ان کے کوائف جمع کرنا مشکل تھا اور پھر اسماء الرجال کے ماہرین براہِ راست ان راویوں سے نہ مل سکے بلکہ ان راویوں کے متعلق مختلف عوام وخواص سے معلومات اکٹھی کرتے تھے۔ یہ سادہ طریقہ کار اس قدر کمزور تھا کہ راویوں کی حیثیت متعین کرنے میں اکثر طور پر اسماء الرجال کے ماہرین کا آپس میں اختلاف ہوجاتا تھا اور کبھی تعصب کی وجہ سے لاشعوری طور پر افراط وتفریط کا شکار ہوجاتے تھے۔

(مبادئ تدبر حدیث از امین احسن اصلاحی، باب ۶ 'سند کی عظمت اور اس کے بعض کمزور پہلو'

جوابات: یہ تمام دعویٰ جات سرسری مطالعہ کا نتیجہ ہیں اور معترض کی فن حدیث اور اسماء الرجال میں عدمِ رسوخ کی علامت ہیں۔

◉ یہ کہنا غلط ہے کہ ائمۂ نقد نے رجال کے حالات کے اَوصاف کا علم عوام سے اکٹھا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ائمہ نقد یا تو براہِ راست رواۃ سے ملتے تھے یا اُن خواص سے معلومات اکٹھی

---

[1] اسے اپنی من گھڑت اصطلاح 'احادیث' بتاتے ہیں اور قابل قدر ذخیرہ احادیث نبویہ سے قرآن پر کسی اضافہ کو جائز نہیں سمجھتے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

کرتے جو رواۃ سے مل چکے ہوتے اور ائمہ نقد کا یہ گروہ ہر دور، ہر زمانے اور ہر علاقے میں سرگرم رہا ہے جو ضعیف راویوں کو صحیح راویوں سے الگ کرتا رہا ہے اور اس کی باقاعدہ تحریری یادداشت تبع تابعین کے دور سے ہی شروع ہوگئی تھی جس کو بعد ازاں یحییٰ قطان، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، ابوزرعہ، ابوحاتم اور امام بخاری رحمہم اللہ وغیرہ نے مدوّن کیا۔

(تفصیل کے لئے: تهذيب الكمال از علامہ مزی؛ تهذيب التهذيب از حافظ ابن حجر و دیگر کتب اسماء الرجال نیز دفاعِ حدیث پر جدید فکری کتب جیسے اهتمام المحدثين بنقد الحديث از ڈاکٹر لقمان سلفی، السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، القرآنيون وشبهاتهم حول السنة از ڈاکٹر خادم حسین الٰہی بخش وغیرہ)

◉ نیز ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ ''راوی اپنی پہچان کے اعتبار سے تین اقسام پر ہیں۔ بعض وہ جن کی عدالت تواتر سے ثابت ہے...... الخ''

◉ اگرچہ یہ کہنا غلط ہے کہ قابل اعتمار راویوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہے۔ محدثین کے نزدیک راویوں میں قابل اعتماد رواۃ فقط چند ہزار نفوس پر مشتمل تھے جس کی تعداد تقریب التهذيب کے مطابق ۸۸۲۶ ہے۔ یہ وہ رواۃ ہیں جن سے صحاحِ ستہ کی تمام احادیث مروی ہیں اور صحاحِ ستہ علماے اسلام کے نزدیک معیاری مقبول احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ ہے اور ان احادیث کے رواۃ بھی تاریخی اعتبار سے راویوں کے جم غفیر میں ہیروں کی طرح ہیں۔

(تفصیل کے لئے: تقريب التهذيب از ابن حجر عسقلانی تقدیم محمد عوامہ، دارالرشید، شام)

◉ اگر کبھی ائمہ نقد کسی راوی کی حیثیت متعین کرنے میں اختلاف کرتے ہیں تو وہ صرف تعبیرات واصطلاحات اور مزاج کا اختلاف کرتے ہیں، وگرنہ حقیقت میں اختلاف نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایسی صورت میں کسی نتیجہ پر پہنچنا آسان ہوتا ہے۔

◉ اور اگر کوئی نتیجہ نہ نکل سکے تو راوی اپنی اختلافی حیثیت پر برقرار رہتا ہے اور اس کی حدیث بھی قطعی حجت نہیں ہوتی۔ یہ بات عقلاً کتنی مضبوط ہے کہ جو راوی مختلف فیہ ہے، اس کی روایت بھی قطعی حجت نہیں۔ اس تناظر میں اسلامی منقولات کا تمام علم ایسی معقولیت پر مبنی ہے جس کا انکار صرف ہٹ دھرم اور خواہش پرست ہی کرسکتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

(تفصیل کے لئے دیکھئے: الرفع والتکمیل في الجرح و التعدیل از عبدالحی لکھنوی،
مقدمہ تقریب التهذیب بتقدیم محمد عوامہ و دیگر اسماء الرجال کے اُصولوں کی کتب)

◉ اور ائمہ نقد اپنے لاشعوری تعصب یا غلو سے بچنے کے لئے از خود یہ اُصول قائم کرتے ہیں کہ وہ تمام جرح نا قابل قبول ہوں گی جو کسی بڑے امام کے بارہ میں تعصب کے شائبہ کی بنا پر ہو۔ اس اُصول کے نتیجہ میں جرح و تعدیل کا علم خالص معروضی ہے ۔ اسی وجہ سے اگر کسی راوی کے بارے میں ائمہ ناقدین کا کوئی اختلاف ہے تو وہ قابل حل ہے، لا ینحل نہیں۔

حدیث کے متن کی پہچان

◉ سند کے بعد حدیث کی صحت اور سقم کو پہچاننے کے لئے متن کی جانچ پڑتال بھی ضروری ہے، اس کو آج کل عموماً 'اُصولِ درایت' کہہ دیا جاتا ہے۔ اگر بالفرض فن حدیث میں اصول درایت کا یہ طریقہ معتبر ہو تو پھر بھی محدثین کے ہاں اس کے علمی ضوابط ہیں، کیونکہ محدثین اُصولِ درایت میں صرف یہ دیکھتے تھے کہ حدیث کا متن شذوذ، علل اور منکر و مضطرب ہونے سے پاک ہو۔

◉ موضوع حدیث کے اندر اُصولِ درایت یہ ہیں کہ موضوع روایات کے الفاظ حس، عقل سلیم، مسلمہ تاریخی روایات، مسلمہ شرعی قواعد اور قرآن کی صراحت کے خلاف ہوتے ہیں۔

◉ کسی محدث سے عملاً یہ ثابت نہیں کہ وہ فن حدیث کی رو سے روایت کے صحیح ثابت ہو جانے کے باوجود ایسی حدیث کے متن کی پرکھ کے لئے یہ لازم قرار دیتا ہو کہ معتبر حدیث وہ ہوتی ہے جو قرآن کے خلاف نہ ہو اور نہ علم و عقل کے مسلمات کے خلاف ہو۔ جمہور اہل سنت اور محدثین کا مشہور نظریہ بیان کیا جاچکا ہے کہ صحیح حدیث کا ایسا ہونا ہی ناممکن ہے۔

◉ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُصولِ حدیث کی بنیاد پر احادیث کو پرکھنے کا فن محدثین کے نزدیک عقلی اعتبار سے اس قدر مضبوط ہے کہ وہ تصور ہی نہیں کرسکتے کہ اُصولِ حدیث کی بنیاد پر صحیح قرار پانے والی کوئی حدیث قرآن، شرعی قواعد، عقلِ سلیم وغیرہ کے خلاف ہو۔ البتہ کسی جگہ ایسا شائبہ محسوس ہو تو محدثین ہمیشہ تطبیق کے طریقے پر چلے ہیں اور تطبیق کی راہ میں اُنہوں نے کوئی مشکل محسوس نہیں کی۔

www.KitaboSunnat.com

◉ البتہ چند جدید محققین، فن حدیث کے اصولوں کو نظر انداز کر کے مطلق ردّ وقبول کے لئے اُصول بناتے ہیں کہ وہ قرآن اور عقل کے مسلمات کے خلاف نہ ہو اور اس کی تائید میں محدثین کی طرف سے خطیب بغدادی کی الکفایۃ کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: میزان ص ۷ از جاوید احمد غامدی؛ مبادئ تدبر حدیث از امین احسن اصلاحی

نیز دیکھئے الكفاية في علم الراوية، باب ذكر ما يقبل فيه خبر الواحد وما لا يقبل فيه)

◉ خطیب بغدادی کا درج بالا حوالہ اہل الرائے کے طریقے کے بیان پر محمول کیا جائے گا کیونکہ خطیب بغدادی سے پہلے کے ائمہ حدیث اور ان کے بعد اُصولِ حدیث کے تمام ماہرین جیسے حافظ ابن صلاح شہرزوری، امام ابن کثیر، حافظ عراقی، امام نووی، امام سیوطی، حافظ ابن حجر، حافظ سخاوی وغیرہم میں سے کسی نے اس انداز سے صحیح حدیث کے قبول وردّ کا ذکر نہیں کیا البتہ فقہاے اہل الرائے کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اس انداز سے بعض صحیح احادیث کو ردّ کرتے ہیں۔

حدیث ضعیف کی پہچان اور اس کا عقلی جائزہ

حدیث ضعیف وہ ہے جس کا صدق اس کے کذب کی بہ نسبت راجح نہ ہو سکے، اگرچہ مساوی ہو یا مرجوح ہو۔

◉ یہ محدثین کے عقل وفن کی احتیاط کا کمال ہے کہ ثبوت وعدمِ ثبوت کا مساوی احتمال رکھنے والی حدیث کو بھی ضعیف قرار دیتے ہیں۔

◉ شدید ضعف والی روایات بالاتفاق مردود ہیں۔

◉ البتہ بعض لوگوں کے نزدیک ضعیف حدیث فضائل اعمال میں مطلق طور پر مقبول ہوگی، بعض ضعیف احادیث کو فضائل اعمال میں بھی چند شرطوں کے ساتھ قبول کرتے ہیں، مثلاً ۱۔ضعیف حدیث کسی صحیح حدیث کے معارض نہ ہو،۲۔ وہ حدیث کسی اَصل کے تحت ہو اور اس پر عمل کرتے ہوئے احتیاط کی نیت کی جائے، نہ کہ ثبوت کی۔

بعض فقہا نے نسبتاً کم ضعف والی احادیث کو احکام میں بھی قبول کیا ہے جیسے احناف اور حنابلہ وغیرہ۔ ان کا کہنا ہے کہ ضعیف حدیث میں صدق کا رجحان غالب نہیں ہوتا، لیکن بہرحال اس میں صدق کا اِمکان ہوتا ہے اور ایسی حدیث بہرحال مجرد انسانی رائے سے بہتر

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

◉ درج بالا تمام رویوں میں عقلی اعتبار سے سب سے سخت رویہ محدثین کا ہے کہ وہ ضعیف حدیث کو احکام میں مطلق طور پر قبول نہیں کرتے۔ اگرچہ اس میں صدق وثبوت کا امکان موجود ہوتا ہے۔ فضائل اعمال میں بھی محققین اصحاب الحدیث 'ضعیف حدیث' کو مطلق طور پر قبول نہیں کرتے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ محدثین کا طبقہ احادیث کا جس قدر والہ وشیدا ہے، اسی قدر اس کو نقد کی بھٹی میں زیادہ پرکھنے کا عادی ہے اور عموماً فقہا اس چیز کے حامل نہیں۔

◉ ضعیف حدیث کے متعلق درج بالا مختلف مکاتبِ فکر کے باوجود ان میں سے کسی کا قول ایسا نہیں جو عقل وبصیرت کے صریح منافی ہو۔

حدیث کی تدوین کے مراحل کا عقلی جائزہ

◉ اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے اور تاریخی اعتبار سے ثابت ہے کہ صحیح حدیث ہر دور میں الگ تھلگ اور واضح رہی ہے۔ حتیٰ کہ یہ اس دور میں بھی واضح تھی جب حدیث کی مستقل تدوین نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ ثقات وائمہ کا ایک بڑا طبقہ ہر دور میں احادیث کا حافظ تھا اور ان کا علم، حفظ واتقان دیگر رواۃ کے حفظ کا میزان تھا۔

◉ صحاح ستہ کی احادیث کے اِستقراء سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر احادیث یا تو پانچ واسطوں پر مشتمل ہوتی ہیں یا چھ واسطوں پر۔ اس حساب سے اگر ہم اندازہ لگائیں تو حدیث دورِنبویؐ سے لے کر صحاحِ ستہ کے مصنّفین تک چھ طبقوں میں منقسم ہوسکتی ہے۔ یہ طبقے تقریب کے لئے ہیں، نہ کہ تحقیق کے لئے۔

◉ پہلا طبقہ کبار صحابہؓ اور صغار صحابہؓ کا ہے۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ نے مکی اور مدنی دور کے اندر دین کی خاطر شجاعت، جاں نثاری، ایثار اور قربانیوں کی عظیم داستانیں رقم کیں اور اللہ تعالیٰ نے موقع بہ موقع صحابہ کرامؓ کو تعریف وتحسین سے نوازا۔ اس طبقہ کے اندر حدیث مکمل طور پر سینوں میں موجود تھی اور چند صحابہ نے اپنی ذاتی یادداشت کے لئے حدیث کو لکھا ہوا بھی تھا۔ صحابہؓ کے حفظ واتقان کے حوالے سے عقلی گفتگو

www.KitaboSunnat.com

ممکن ہے، لیکن راویوں کے حفظ واتقان کے متعلق جو باتیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔اس کی روشنی میں صحابہؓ کے حفظ واتقان کو بھی عقلی اعتبار سے پرکھا جاسکتا ہے۔

◉ صحابہ کے بعد دوسرا طبقہ کبار تابعین کا ہے۔ یہ وہ نسل ہے جو براہِ راست صحابہؓ کی گود میں پل کر جوان ہوئی۔ استقراء سے ثابت ہوتا ہے کہ کبار تابعین میں ضعیف راویوں کی تعداد گنی چنی ہے اور باقی تمام تابعین حفظ واتقان اور عدالت میں مضبوط تھے۔اس دور میں حدیث کے اندر کذب گوئی کا رواج نہ تھا اور حدیث کی سند بیان کرنے کا رواج بھی نہ تھا اور حدیث کی خاطر لمبے لمبے رحلات اور اسفار کی بھی کوشش نہ کی گئی۔ ہر بزرگ تابعی نے اپنے اُستاد صحابی کی مسند سنبھالی۔اس دور میں کبار تابعین کا حفظ واتقان کمال درجے کا تھا اور ان میں درجہ بندی ممکن نہ تھی، کیونکہ روایات محدود تھیں اور اساتذہ بھی محدود تھے۔اس دور میں حدیث کو انفرادی تحریری یادداشت کی شکل میں حفظ کرنے پر زور دیا گیا۔

◉ کبار تابعین کے بعد صغار تابعین کا طبقہ ہے۔اس طبقہ میں حدیث محدود سینوں سے نکل کر لاتعداد سینوں میں منتقل ہوئی۔سندوں میں تعدد اور طوالت پیدا ہوئی۔ راویوں کی درجہ بندی ہوئی، کذب گوئی کا رواج ہوا۔ حدیث کی تدوین کی پہلی کوشش امام زہریؒ کے سپرد ہوئی۔ رحلات کا آغاز ہوا۔ضعیف راویوں اور ضعیف روایتوں کی بدولت جرح و تعدیل کا آغاز ہوا۔اس طبقہ میں بھی مجموعی طور پر حفظ واتقان باقی طبقوں کی بہ نسبت بہتر ہے۔

◉ تابعین کے بعد کبار تبع تابعین کا طبقہ ہے۔سندوں میں طوالت اور تعددِ طرق کی وجہ سے جب احادیث کا ضعف بڑھا تو حفاظ کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا۔کذب گوئی رائج ہوئی تو ثقات راویوں کی تعداد بھی بڑھ گئی اور ہر ہر علاقہ میں جرح وتعدیل کے مستقل امام اُبھر کر سامنے آگئے اور اس دور میں ہر بڑے عالم نے اپنی ایک مسند تحریر کی جن میں مشہور ترین مسندات وکتب امام مالکؒ اور ان کے بیسیوں معاصرینؒ کی ہیں۔

☆ اگلا طبقہ صغار تبع تابعین کا ہے۔اس طبقہ میں سند طویل ہوگئی اور طرق متعدد ہوگئے۔ خطا کے امکانات بڑھ گئے۔ضعیف راوی بکثرت پھیل گئے۔موضوع روایات کا چرچا ہونے لگا،لیکن اس کے مقابلہ میں ثقات راویوں کی تعدد بھی بڑھ گئی۔حفاظِ حدیث کو مستقل کتابیں

www.KitaboSunnat.com

میسر آئیں۔ جرح وتعدیل کا فن پہلی دفعہ مدوّن ہوا جس میں سابقہ تمام طبقوں کے کمزور رواۃ پر تبصرہ کیا گیا۔ امام یحییٰ بن سعید قطان پہلے مستقل مدوّن تھے۔ کتبِ احادیث کے حواشی وتعلیقات پر ضعیف راویوں کا تذکرہ کیا گیا۔

◉ **مصنّفین صحاحِ ستہ کے اساتذہ کا دور:** اس دور میں احادیث فی نفسہٖ محدود ومعین تھیں لیکن مختلف سندوں کی وجہ سے ایک ایک متن سینکڑوں سندوں سے مروی تھا جس کی وجہ سے مجموعی طور پر روایات کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ ان روایات میں اسناد اپنی ابتدا میں غریب یا عزیز تھیں، لیکن بعد والے طبقوں میں مشہور، مستفیض اور متواتر ہوگئیں۔ سندوں اور متنوں میں اِضطراب، قلب، وہم اور اِدراج وغیرہ واقع ہونے لگا۔ لیکن ثقات کی تعداد بھی سابقہ طبقوں کی تعداد سے کئی گنا زیادہ ہوگئی۔ جرح وتعدیل کے امام بکثرت پیدا ہوگئے۔ راویوں کے حالات پر کتابیں لکھی گئیں۔ ہم عصر اور ماضی کے رواۃ کا جائزہ مختلف احادیث کے حواشی سے لیا گیا یا جرح وتعدیل کے اماموں سے سینہ بہ سینہ لیا گیا۔ اس دور میں جرح وتعدیل مکمل طور پر مدوّن ہوگیا۔ مشہور امام تین تھے: یحییٰ بن معین، علی بن مدینی اور احمد بن حنبل۔ اس دور کے اندر ہر بڑے محدث نے اپنی مسموعات کو باقاعدہ کتاب کی شکل دی۔ چنانچہ حدیث کی کتابوں کی تعداد سینکڑوں ہوگئی۔

◉ **مصنّفین صحاحِ ستہ کا دور:** اس دور میں صحیح احادیث کو اور نسبتاً قوی ترین احادیث کو الگ تھلگ جمع کرنے کا سوچا گیا۔ چنانچہ صحاحِ ستہ کا وہ مجموعہ سامنے آیا جو احادیث کی تمام کتب کے درمیان اعلیٰ ترین حیثیت رکھتے ہیں۔ صحاحِ ستہ کی موجودگی میں سابقہ بعض حدیث کی کتابوں کی ضرورت نہ رہی۔ چنانچہ وقت گزرنے کے ساتھ ان میں سے کچھ ضائع ہوگئیں اس طرح سے جرح وتعدیل پر سب سے پہلا تفصیلی کام امام بخاریؒ نے کیا جس کی موجودگی میں جرح وتعدیل کی سابقہ کتب بتدریج متروک ہوگئیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: تاریخ حدیث پر مشہور کتب: 'تاریخ حدیث ومحدثین' مترجم غلام احمد حریری؛ تاریخ التشریع الاسلامی از مناع القطان؛ اهتمام المحدثين بنقد الحديث، از ڈاکٹر لقمان سلفی)

www.KitaboSunnat.com

صحاحِ ستہ کا فنی حکم

◉ تدوینِ صحاحِ ستہ کے بعد ہر دور کے محدثین، حدیث کی کتابوں کے استقرا کے بعد یہ ثابت کرتے ہیں کہ حدیث کی تمام کتابوں کی بہ نسبت مشہور چھ کتابیں بلند ترین صحت کی حامل ہیں اور کچھ معمولی مقدار کے علاوہ تمام صحیح اور حجت احادیث ان میں جمع ہوگئی ہیں۔ ان کتابوں کے نام معروف ہیں: صحاحِ ستہ میں لفظ صحاح، حدیثِ مقبول کے معنی میں ہے اور ان کتابوں کو صحاح علی وجہ التغلیب کہتے ہیں، وگرنہ ان کے اندر کچھ ضعیف احادیث بھی موجود ہیں۔ ان صحاحِ ستہ میں بلند ترین کتب صحیح بخاری و مسلم ہیں۔ ان کے بعد سنن ابوداؤد اور نسائی ہیں پھر جامع ترمذی اور ابن ماجہ کا درجہ ہے۔ آخری مذکور چاروں کتب 'سنن اربعہ' بھی کہلاتی ہیں۔ ان چاروں کتب کی اکثر احادیث حسن درجے کی ہیں جو علماء محدثین کے نزدیک حجت ہیں۔

☆ علمائے محدثین کے نزدیک صحاحِ ستہ سے ہٹ کر کسی کتاب میں صحیح حدیث کا ہونا ممکن ہے لیکن اس کا مرکزی متن صحاحِ ستہ میں ضرور مذکور ہوگا۔ ایسا بہت کم ہے کہ کوئی نئے متن والی حدیث صحاحِ ستہ سے ہٹ کر کسی کتاب میں آئی ہو۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ باب طبقة كتب الحديث۔ تقریب النووی از امام نووی النوع الأوّل: الصحیح مع تدریب الراوی از امام سیوطی ص ۹۹ و دیگر کتب اُصولِ حدیث)

◉ درج بالا اُمور سے حاصل ہوا کہ اسلامی علم منقولات عقل، سائنس اور جدید علم نفسیات کی رُو سے مضبوط ترین بنیادوں پر قائم ہے اور اسلامی منقولات کا انکار عقل کے صریح منافی ہے۔

◉ سمعی اعتبار سے بھی اسلامی منقولات پر عمل واجب ہے۔ اس کے وجوب کا انکار کرنے والا جمیع اہل سنت (صحابہ و سلف صالحین، حنابلہ، شوافع، مالکیہ، احناف، محدثین اور اہل ظاہر وغیرہ) کا بھی مخالف ہے۔ ھٰذا ما عندي واللہ اعلم بالصواب

جلد ۴۱ شمارہ ۳،۴ کی مشترکہ اشاعت

www.KitaboSunnat.com